# فکرِ اقبال اور فہمِ قرآن کی جہات

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

# خلاصہ

اقبال کی فکر کی اساس قرآن حکیم ہے اور ان کی فکر کی توضیحی جہات ہمارے مستقبل کا احاطہ کرتی ہیں۔ اقبال نے سوائے روح قرآن کو اپنے کلام میں سمونے کے، اپنی شاعری میں اور کچھ بیان نہیں کیا۔ قرآن حکیم سے اس شغف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علامہ جس مثالی انسان اور مردمومن یا قلندر کا تصور پیش کرتے ہیں وہ ان کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیمات پر عمل سے ہی ممکن ہے۔ علامہ نے قرآن حکیم کے فہم کا وہ اسلوب اختیار کیا ہے جس سے تعلیماتِ قرآن پر ایمان و یقین کی پختگی، مردہ قوم کی حیات افروزی، زوال کو عروج میں بدلنے کے امکان اور زندگی کے ہر گوشے کو نورِ قرآن سے منور کرنے کا منہج میسر آتا ہے۔ قرآن حکیم کی وہ شان امتیاز کیا ہے جو اسے زندگی کے ہر پہلو پر محیط اور اپنے بیان کردہ معیارات کے حصول کا یقین بھی عطا کرتی ہے، اس کا شعور اقبال کی فکر سے میسر آتا ہے۔ اقبال کے فکر اور منہج فہم قرآن کے مطابق قرآن حکیم کا مطالعہ فکر کی نئی جہات سے آشنا کرتا ہے۔ مثلاً سورہ اخلاص کی تفسیر میں توحید کے سماجی، معاشرتی اور قومی پہلوؤں کا بیان یا سورۃ یوسف کے مضامین کی فہم کے باب میں علمی، اقتصادی، قانونی، ریاستی، نفسیاتی، اخلاقی، اعتقادی اور عملی پہلوؤں کا بیان جہاں فکر، علم اور عقیدہ تصور محض کے دائرے سے نکل کر عمل اور زندگی کی زندہ حقیقت میں ڈھل جاتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کی حیات اجتماعی کے لیے قرآن حکیم کی حیثیت روح کی ہے۔ ہر دور میں اس دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کاوشیں کی جاتی رہیں۔فہم قرآن کے باب میں جن مسلم اہل علم وفکر کی کاوشیں رہنما حیثیت رکھتی ہیں، اقبال کی فکر ان میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔کئی حوالوں سے جامعیت کا حامل ہونے کے سبب ہماری فکری تاریخ میں اقبال کی حیثیت ایک برزخی سنگ میل کی ہے۔ اگرچہ اقبال معروف معنوں میں عالم دین تو نہیں مگر 'قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں'[1] پر خود عمل پیرا ہوتے ہوئے اقبال نے اپنے اشعار میں قرآن حکیم کے معانی و اسرار کو بہت ہی نادر انداز میں بیان کیا ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری میں قرآن حکیم کے پیغام ہی کو بیان کیا ہے اور یہی اقبال کا دعوی بھی ہے:

گر دلم آئینہ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآں مضمر است
اے فروغت صبح اعصار و دھور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا
گر دُرِ اسرار قرآن سفتہ ام
با مسلماناں اگر حق گفتہ ام
در عمل پایندہ تر گرداں مرا
آب نیسانم گہر گرداں مرا[2]

اگر میرے دل کا آئینہ جوہر کے بغیر ہے اگر میرے اشعار میں قرآن حکیم کے علاوہ کچھ اور پوشیدہ ہے۔ آپ کا نور اعصار و ودہور کی صبح ہے۔ آپ کی آنکھ پر دلوں کی بات روشن ہے۔ اگر میں قرآن حکیم کے علاوہ کچھ اور کہہ رہا ہوں، تو آپ مجھے قیامت کے روز خوار و رسوا کیجیے۔ اور اپنے بوسہ پا سے محروم رکھیے۔ لیکن اگر میں نے اپنی شاعری میں قرآن حکیم کے موتی پروئے ہیں اور اگر میں نے مسلمانوں سے حق بات کہی ہے تو مجھے عمل میں پائندہ تر کر دیجیے۔ میں بارش کا قطرہ ہوں مجھے گوہر بنا دیجیے۔

اپنے اشعار میں کئی آیات قرآنی کے معانی و مفاہیم بیان کرنے کے علاوہ اقبال نے اسرار و رموز میں سورہ اخلاص کی تفسیر بھی بیان کی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ تفسیر انھوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے پر لکھی ہے:

من شبے صدیقؓ را دیدم بخواب
گل ز خاک راہ او چیدم بخواب
گفت تا کے در ہوس گردی اسیر
آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر
اینکہ در صد سینہ پیچد یک نفس
سرے از اسرار توحید است و بس[۳]

سورہ اخلاص کی یہ تفسیر تمام موجود تفاسیر میں ندرت کی حامل ہے۔ انفرادی و اجتماعی کردار کی تعلیم کے جو نکات اس تفسیر میں بیان کیے گئے ہیں بلاشبہ وہ تفسیری ادب میں ایک غیر معمولی اضافہ ہیں:

گر بہ اللہ الصمد دل بستۂ
از حد اسباب بیروں جستۂ
بندۂ حق بندۂ اسباب نیست
زندگانی گردش اسباب نیست
مسلم استی بے نیاز از غیر شو
اہل عالم را سراپا خیر شو[۴]

اقبال جس مرد مومن کا خواب دیکھتے ہیں وہ بھی قرآن حکیم کو دستور حیات بنائے بغیر وجود پذیر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اقبال کے مرد مومن کا کردار یہ ہے کہ:

قلندران کہ بہ تسخیر آب و گل کوشند
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بہ جلوت اند و کمندی بہ مہر و مہ پیچند
بہ خلوت اند و زمان و مکان در آغوشند
بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروز رزم خود آگاہ و تن فراموشند
نظام تازہ بچرخ دو رنگ می بخشند
ستارہ ہای کہن را جنازہ بر دوشند

زمانہ از رخ فردا کشود بند نقاب
معاشراں ہمہ سر مست بادۂ دوشند
بلب رسید مرا آن سخن کہ نتوان گفت
بحیرتم کہ فقیہان شہر خاموشند[۵]

قلندر جو دنیا کی تسخیر میں کوشاں رہتے ہیں، بظاہر وہ خرقہ پہنتے ہیں لیکن بادشاہوں سے خراج وصول کرتے ہیں۔ وہ جب جلوت میں ہوتے ہیں تو مہر و ماہ پر کمند پھینکتے ہیں اور جب خلوت میں ہوتے ہیں تو زماں و مکاں ان کی آغوش میں ہوتے ہیں۔ دوستوں میں ریشم و کمخواب کی طرح نرم ہوتے ہیں مگر جنگ کے دوران بدن سے بے پروا اور جوش جہاد میں مست ہوتے ہیں۔ وہ بوڑھے آسمان کو نیا نظام عطا کرتے ہیں اور اس کے پرانے ستاروں کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ زمانہ مستقبل کے چہرے سے نقاب الٹ چکا ہے مگر لوگ ابھی تک ماضی کی شراب سے مست ہیں۔ میں نے وہ بات کہہ دی ہے کہ جو کہی نہیں جا سکتی تھی، حیراں ہوں کہ فقیہان شہر ابھی تک کیوں خاموش ہیں۔

قرآن حکیم کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

نقش قرآن تا درین عالم نشست
نقشہای کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
این کتابی نیست چیزی دیگر است
چون بجان در رفت جان دیگر شود
جان چو دیگر شد جہان دیگر شود
مثل حق پنہان و ہم پیداست این
زندہ و پایندہ و گویاست این
اندرو تقدیر ہای غرب و شرق
سرعت اندیشہ پیدا کن چو برق
با مسلمان گفت جان بر کف بنہ
ہر چہ از حاجت فزون داری بدہ
آفریدی شرع و آئینی دگر
اندکی با نور قرآنش نگر

از بم و زیر حیات آگہ شوی
ہم ز تقدیر حیات آگہ شوی[۶]

جب اس جہاں میں قرآن حکیم کا نقش ثبت ہوا تو کاہنوں و پاپاؤں کے نقوش ٹوٹ گئے۔ میں اپنے دل کی بات برملا کہتا ہوں کہ یہ کتاب نہیں کچھ اور چیز ہے۔ جب اس کا اثر جان میں داخل ہوتا ہے تو وہ اور ہو جاتی ہے۔ جان بدل جائے تو جہان بدل جاتا ہے۔قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرح ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ یہ زندہ و پائندہ اور گویا بھی ہے۔ اس کے اندر مغرب و مشرق کی تقدیریں پنہاں ہیں۔ انھیں سمجھنے کے لیے برق کی مانند تیز سوچ پیدا کر۔ یہ مسلماں سے کہتا ہے کہ جان ہتھیلی پر رکھ اور تیری ضرورت سے زائد جو کچھ بھی ہے اسے خرچ کر دے۔ اور تو نے اور طرح کا شرع و آئین بنالیا ہے ذرا اس پر قرآن حکیم کی روشنی میں غور کر۔ تا کہ تو زندگی کے بم و زیر اور تقدیر حیات سے آگاہ ہو جائے۔

ان اشعار سے یہ امر واضح ہے کہ قرآن حکیم کی تفہیم کا جو منہج ہمیں اقبال کے ہاں نظر آتا ہے وہ دورِ حاضر میں ایمان و عمل کی کوتاہی کے ازالے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔اس کی ایک مثال تشکیل جدید کے دیباچے میں مذکور آیت کریمہ سے رہنمائی لینے کا طریق ہے۔ ارشاد ربانی ہے: مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ[۷] (تمہاری تخلیق اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جانا ایک نفس واحد کی تخلیق و بعثت کی طرح ہے۔)

گو اس آیت مبارکہ میں پوری انسانیت کی تخلیق و بعثت کے حوالے سے قدرت خداوندی کو بیان کیا جا رہا ہے مگر علامہ نے اس آیت سے یہ نکتہ بھی اخذ کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک فرد کی تخلیق و بعثت اور پوری انسانیت کی تخلیق و بعثت ایک ہی درجہ رکھتی ہے تو قرآن حکیم اور وحی کی وہ موثریت جو اسلام کے صدر اول میں کارفرما نظر آتی تھی، اس کا مظاہرہ آج کے دور میں بھی ہونا چاہیے۔ علامہ نے اس نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم قوم کے قومی، سماجی اور سیاسی احیا کے بارے میں اپنے فکر کی تشکیل کی اور خطبہ الٰہ اباد کے آغاز میں ہی اس آیت مبارکہ کو بیان کیا۔

آج کے دور کے مسائل کے پیش نظر اقبال کی فکر سے رہنمائی لیتے ہوئے قرآن حکیم سے وہ ہدایت اخذ کرنے کی ضرورت ہے کہ:

- ☆ افراد معاشرہ انفرادی سطح پر تشکیل کردار کے مرحلے اس طرح طے کریں کہ وہ آج کے دور کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔
- ☆ معاشرہ افراد کے درمیان کش مکش سے آزاد ہو کر ایسی ہیت اجتماعی میں ڈھل جائے جہاں افراد خوف و حزن سے آزاد ہوں۔ اور

☆ اقوامِ عالم کے مابین ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی فضا پیدا ہو۔

قرآن حکیم سے اس نوع کی رہنمائی لینے کے لیے ضروری ہے کہ:

☆ قرآن حکیم کو حتمی وحی الٰہی ہوتے ہوئے فی نفسہٖ مکتفی تصور کیا جائے جیسا کہ خود ارشاد قرآنی ہے: فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَهٗ یُؤۡمِنُوۡنَ [۸]

☆ قرآن حکیم سے رہنمائی لینے کے لیے قرآنی شعور کے مطابق قرآنی تصورات کا فہم حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا: مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَ لَا الۡاِیۡمَانُ وَ لٰکِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا [۹] (آپ نہیں جانتے کہ کتاب اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا اور اس سے ہم اپنے بندوں سے جنھیں چاہیں ہدایت عطا کرتے ہیں۔)

قرآن حکیم سے اخذِ ہدایت کے دو تناظر ہو سکتے ہیں:

۱- عقائد، عبادات، اور معاملات کے باب میں قرآن حکیم سے رہنمائی طلب کی جائے۔

۲- قرآن حکیم سے اخذِ نتائج کے لیے وہ یقین حاصل کرنے کی سعی کی جائے جس کا بتمام و کمال اظہار اسلام کے دورِ اول میں نظر آتا ہے:

عزمِ ما را بہ یقینِ پختہ ترک ساز کہ ما
اندریں معرکہ بے خیل و سپاہ آمدہ ایم [۱۰]

کیونکہ قرآنی تعلیمات پر عمل اس وقت ہی مسلسل و مستقل ہوگا جب وہ عمل وہی تاثیر مرتب کر رہا ہو جو دورِ نبوت میں ہو چکی ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج کے ذہن میں قرآن حکیم کے حوالے سے یہ سوال موجود ہے کہ:

قرآن میں وہ کیا چیز ہے جو تاریخ کے گوناں گوں تقاضوں کو سنبھالتے ہوئے ہمیشہ روشنی اور رہنمائی دیتی رہ سکتی ہو؟ اور قرآن کے نزدیک وہ کون سا اٹل قانون ہے جسے کوئی شیطانی طاقت کبھی شکست نہ دے سکتی ہو اور قرآن اس قانون کی کہاں تک ترجمانی کرتا ہے۔ اور اس ترجمانی سے انسانیت کو کیونکر رہنمائی اور روشنی مل سکتی ہے؟ [۱۱]

قرآن حکیم کی مثال ایک بحرِ ناپیدا کنار کی سی ہے۔ غواص کو اس سے وہی کچھ میسر آئے گا جس کی اسے طلب ہوگی یا وہ جس کی استعداد کا حامل ہوگا۔ مقصدیت اس امر کی متقاضی ہے کہ مندرجہ بالا تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قرآن حکیم سے ربط قائم کیا جائے۔ اس امر کو اسلاف نے بھی پیشِ نظر رکھا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ قرآن حکیم سے رہنمائی کے لیے ضروری ہے کہ ایک جامع اصول وضع کر لیا جائے۔ اتقان کے مطابق:

الامر الکلی المفید لعرفان مناسبات الآیات فی جمیع القرآن، ھو انك تنظر الی الغرض الذی

سبقت له السورة، و تنظر ما يحتاج اليه ذلك الغرض من المقدمات، و تنظر الى مراتب تلك المقدمات فى القرب ولابعد من المطلوب، و تنظر عند انجرار الكلام فى المقدمات الى ما يستتبعه من استشراف نفس السامع الى الاحكام او اللوازم التابعة له، التى تقتضى البلاغة شفاء الغليل بدفع عنه الاستشراف الى الوقوف عليها، فهذا هو الامر الكلى المهيمن على حكم الربط بين جمع اجزاء القرآن، فاذا عقلته تبين لك وجه النظم مفصلا بين كل آية فى كل سورة سورة۔[12]

ایسا مفید کلی امر جو کہ قرآن کی تمام آیتوں کی باہمی مناسبتوں کو بتا سکے یہ ہے کہ تم اس غرض پر نظر ڈالو جس کی وجہ سے سورہ کا سیاق (بیان) ہوا ہے اور یہ دیکھو اس غرض کے لیے کن مقدمات کی حاجت ہے۔ پھر اس پر نظر ڈالو کہ وہ مقدمات مطلوب سے نزدیک اور دور ہونے میں کس مرتبہ پر ہیں اور مقدمات کلام چلنے کے وقت دیکھنا چاہیے کہ احکام اور اس کے تابع لوازم کی جانب سامع کے نفس کو متوجہ بنانے والی کن چیزوں کو وہ مقدمات اپنا تابع رکھنا چاہتے ہیں اور کیا وہ لوازم ایسے ہیں کہ ان سے واقف ہو جانے سے باقتضائے بلاغت منتظر کو انتظار کی زحمت سے نجات مل جاتی ہے یا نہیں؟ اور یہی وہ کلی امر ہے جو کہ تمام اجزائے قرآن کے مابین ربط دینے کے حکم پر غلبہ اور تسلط کیے ہے اور جس وقت تم اس کو سمجھ لوگے تو اس وقت تم پر تفصیل کے ساتھ ہر ایک سورہ کی آیتوں کے مابین وجہ نظم کا پوری طرح انکشاف ہو جائے گا۔

لہٰذا اگر ہم فکر اقبال کی روشنی میں فہم قرآن حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ:

۱۔'ایں کتابے نیست چیزے دیگر است' کے مصداق ہمیں قرآن حکیم اور بقیہ کتب میں موجود امتیاز سے آگہی نصیب ہو۔

۲۔اس امتیاز کے عملی اطلاق اور اس سے استفادے کی راہ ہم پر واضح ہو۔

۳۔اس امتیاز کو ملحوظ نہ رکھنے کی صورت میں ہونے والے نقصان کا ہمیں اندازہ ہو۔

قرآن حکیم اور بقیہ کتب میں امتیاز کیا ہے؟ اس نکتہ کی کچھ وضاحت شاہ ولی اللہ کے اس بیان سے ہوتی ہے:

کتاب الٰہی کے لیے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کے ساتھ ملکوت کی برکتیں ہوں اور ملاءِ اعلیٰ ان آدمیوں سے راضی ہوں جو اس کتاب کو پڑھیں یا اس کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشش کریں۔ دوسرے یہ کہ وہ کتاب مدت مدید تک باقی رہے اور لوگوں کو اس کے حفظ کرنے کی توفیق بخشی جائے۔

شاہ ولی اللہ ان امتیازات کے اطلاق کے بارے میں اتنے محتاط ہیں کہ:

اگر کسی کتاب میں مذکورہ بالا دو باتیں نہ پائی جائیں تو وہ کتاب الٰہی نہیں ہوگی بلکہ اس کی حیثیت کسی انسان کے مرتب کردہ صحیفے کی ہوگی جسے اس نے پیغمبر کے علوم کو جمع کرنے کی غرض تیار کیا ہو۔[13]

علاوہ ازیں یہ امتیاز بھی صرف قرآن حکیم کو حاصل ہے کہ:

ا۔ قرآن حکیم اپنی معنوی وسعت میں بے مثال ہے۔

ب۔ قرآن حکیم اطلاقی لحاظ سے زمانی تقسیماتِ ثلاثہ (ماضی، حال اور مستقبل) کا احاطہ کرتا ہے۔

ج۔ قرآن حکیم انسانی شعور کے ارتقائی پہلو کو متحضر رکھتا ہے۔

د۔ قرآن حکیم اپنی ثقاہت کی تصدیق خود پیش کرتا ہے۔

ہ۔ قرآن حکیم کی معنویت آفاقی، غیر متبدل اور ابدی ہے۔

قرآن حکیم کے تائید الٰہی اور برکات ملکوت کا حامل ہونے ہی کا ثمر ہے کہ یہ کتاب یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ!

۲- یہ سوال کہ اس کتاب کے اس امتیاز سے استفادے کی راہ کیا ہے؟ اقبال شاید واحد مفکر ہیں جو اس نکتے کو عملی سطح پر اٹھاتے ہیں:

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود[۱۴]

مگر یہ کتاب جان میں اترے کیسے؟ قرآنِ حکیم کے فیوضات کے عملی اظہار کی اعلیٰ ترین صورت معراج ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج؟ انقلاب اندر شعور
انقلاب اندر شعور از جذب و شوق
وارہاند جذب و شوق از تحت و فوق[۱۵]

گویا قرآن حکیم سے ایک مثالی تعلق کا قیام یہاں صرف علمی یا عملی معاملہ نہیں رہتا، بلکہ یہ ایک ایسا روحانی، نفسیاتی اور مابعد الطبیعیاتی معاملہ بن جاتا ہے جو اپنے محیط میں تعلق کی تمام جہات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس تعلق کی اہمیت علامہ کے اس قول سے بھی واضح ہوتی ہے:

> قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب، محمدی نسبت پیدا کرے۔ اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معانی بھی آتے ہوں۔ خلوص ومحبت کے ساتھ محض قراءت کافی ہے۔[۱۶]

تعلق کی یہی وہ نوعیت ہے جو قاری اور قرآن میں ایک ایسا ربط پیدا کر دیتی ہے کہ تشکیک و بعد کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں اور قرآن جزوروح و بدن بن جاتا ہے۔[۱۷]

۳۔ قرآن اور غیر قرآن کے امتیاز کو ملحوظ نہ رکھنے سے کس محرومی کا ظہور ہو سکتا ہے؟ یہ امر قرآن حکیم کے کئی فرامین سے واضح ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ[۱۸] (بے شک یہ قرآن ہی تمھیں اس منزل تک پہنچا سکتا ہے جو سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ ہے اور مومنوں کو بشارت دیتا ہے۔)

صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا یہ دعویٰ کسی بھی دوسری کتاب چاہے وہ قرآن حکیم کی اپنی تفسیر ہی کیوں نہ ہو، سے پورا نہیں ہو سکتا۔

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں نہ راہی[۱۹]

کیونکہ قرآن حکیم کی اس آیت کا عملی مظاہرہ دورِ نبوت میں ہوا۔ جب نہ تو تفسیر تھی، نہ ہی کوئی دوسرے علوم۔ یہ صرف قرآن حکیم ہی تھا اور وہ بھی نجماً نجماً نازل ہونے کی شکل میں۔ مگر اس سے نہ صرف حصولِ نتائج کی ضمانت ملی بلکہ معاشرے کی نجی، قومی اور عالمی سطح پر ایسی دینی، اخلاقی اور دنیوی اقدار بھی وجود میں آئیں جو تا ابد مثالی ہیں۔ یعنی قرآن حکیم سے ہی اقدار و فضائل کا قیام و احیاء ممکن ہے، ہاں تعبیری علوم ان اقدار کے تسلسل میں ممد ہو سکتے ہیں۔

ہر دور میں اس دور کی ضروریات کے مطابق آیاتِ قرآنی میں ربط و تعلق اور مضامینِ قرآن کی تقسیم و ترتیب کا عمل انجام دیا جاتا رہا۔ مثلاً امام سیوطی نے اتقان میں علوم کی تقسیم یوں کی:

۱۔ علم اصول: اللہ کی معرفت، صفات کی پہچان، سلسلہ انبیاء و معاد کا علم
۲۔ علم عبادات: عبادات کا علم
۳۔ علم سلوک: روحانیت کا علم
۴۔ علم قصص: قرآن حکیم میں بیان کردہ واقعات اور امثال کا علم[۲۰]

ایک دوسری تقسیم بیان کرتے ہوئے صاحبِ اتقان نے اس حدیث کو بیان کیا:

انزل القرآن علی سبعة احرف زاجر و اٰمر و حلال و حرام و محکم و متشابه و امثال[۲۱]

الغرض مختلف حوالوں سے قرآن حکیم میں موجود علوم کی ۱۳۵ اطوار سے تقسیم کی گئی ہے۔[۲۲]

اگر موجودہ مسائل و احوال کا جائزہ لیا جائے تو مضامینِ قرآن کی درج ذیل تقسیم موزوں ہوگی:

۱۔ مقطعات ۲۔ متشابہات ۳۔ محکمات ۴۔ امثال ۵۔ ہمہ اطلاقی آیات

۱۔مقطعات:

وہ حروف مقطعات جو قرآن حکیم کی کئی سورتوں کے اوائل میں آئے ہیں اور قرآنی علوم کی وسعت کے سامنے انسانی عقل و دانش کی تنگ دامانی کی دلیل ہیں۔

۲۔متشابہات:

وہ آیات جن کی توضیح و تشریح قلیل اہل علم کا نصیب ہے۔[۲۳]

۳۔محکمات:

وہ آیات جو زندگی کے دنیوی اور اخروی ضابطہ عمل کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔

۴۔امثال:

قرآن حکیم میں بیان کردہ امثال بنیادی طور پر تین انواع کی ہیں:

۱۔ظاہر: جن کی تصریح کر دی گئی ہے۔مثلاً قرآن حکیم کی یہ مثال کہ جو اہل کتاب تورات کو سمجھے یا عمل کیے بغیر پڑھتے ہیں ان کی مثال گدھے پر کتابیں لادنے کی ہے۔[۲۴]

۲۔کامن: جن کی تصریح موجود نہیں کہ کن افراد کے بارے میں ہیں۔مثلاً سورہ کہف میں ارشاد ربانی ہے:

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا۔[۲۵](اور آپ ان سے ان دو شخصوں کی مثال بیان کریں جن میں سے ایک کے لیے ہم نے انگور کے دو باغات بنائے اور ہم نے ان دونوں کو تمام اطراف سے کھجور کے درختوں کے ساتھ ڈھانپ دیا اور ہم نے ان کے درمیان (سرسبز و شاداب) کھیتیاں اگا دیں۔)

۳۔ضرب الامثال

مثلاً :وَ لَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ،[۲۶] كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ،[۲۷] كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ رَهِيۡنَةٌ،[۲۸]

قرآنی امثال سے رہنمائی اخذ کرنا ایک بہت ہی نازک اور حساس موضوع ہے۔قرآن حکیم کی ہر مثال حق اور احسن تفسیر[۲۹] کی شان رکھتی ہے تاہم ان سے رہنمائی اس وقت میسر آ سکتی ہے جب:

قرآنی مثالوں میں بیان کردہ حقائق کو قرآنی تناظر میں ہی سمجھنے کی سعی کی جائے۔اور ان کے مفاہیم کو غیر قرآن کے ساتھ خلط ملط کر کے سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند[۳۰]

جیسا کہ مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے غیر مستند اسرائیلی روایات لینے سے منع فرمایا۔[۳۱]

ثانیاً قرآنی مثالوں میں بیان کردہ امور کو جس ترجیح و ترتیب سے بیان کیا گیا ہے اسے ملحوظ رکھا جائے۔ مثلاً قرآن حکیم نے اصحاب کہف کا ذکر کرتے ہوئے ان کے ناموں یا تعداد یا زمانے کے بارے میں تفصیلات بتانے کے بجائے ان کے کردار اور اس کردار کے نتائج و عواقب کو موضوع بنایا اور یہ ہدایت بھی دی کہ:

فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔[۳۲] (ان (اصحاب کہف) کے بارے میں اتنی ہی بحث کرو جو ظاہر ہو چکی ہو اور ان کے بارے میں کسی (اہل کتاب) سے کچھ نہ پوچھو۔)

قرآن حکیم کی تفسیر کے باب میں غیر ضروری تفاصیل پر، خصوصاً جو ضعیف، غیر ثقہ اور اہل کتاب کے ماخذوں سے لی گئی ہیں، اکابر مفسرین نے بھی تنقید کی ہے۔[۳۳]

**۵۔ ہمہ اطلاقی آیات**

یہ وہ آیات ہیں جو خود متن قرآنی کی توضیح کی پیراڈائم فراہم کرتی ہیں۔ ان سے مراد وہ آیات ہیں جن میں خود قرآن حکیم کے کسی نہ کسی پہلو کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا ان کا اطلاق قرآن حکیم کے متن کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے پورے متن قرآنی پر ہو گا۔ ذیل میں مثال کے طور پر کچھ آیات دی جا رہی ہیں:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا **بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ** فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۔[۳۴] (اللہ ایمان والوں کو (اس) مضبوط بات (کی برکت) سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں (بھی)۔ اور اللہ ظالموں کو گمراہ ٹھہرا دیتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے۔)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ **يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ** وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا۔[۳۵] (بیشک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے اور ان مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔)

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ **بِالْحَقِّ** وَ **اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا**۔[۳۶] (مگر ہم آپ کے پاس (اس کے جواب میں) حق اور (اس سے) بہتر وضاحت کا بیان لے آتے ہیں۔)

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط۔[۳۷] (اللہ کے فرمان بدلا نہیں کرتے۔)

مذکورہ بالا تفصیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم سورہ یوسف کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اقبال بھی اپنے پیغام کے موثر ابلاغ کے لیے یوسف کا استعارہ استعمال کرتے ہیں:

عصر من دانندۂ اسرار نیست
یوسف من بہر ایں بازار نیست[۳۸]

اس یوسف کی تشکیل کس طرح ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب سورہ یوسف کے مطالعے سے میسر آتا ہے۔

**سورہ یوسف میں ارشاد ہے:** نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ

کُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ۔[۳۹] (ہم آپ سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس قرآن کے ذریعہ جسے ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے، اگرچہ آپ اس سے قبل (اس قصہ سے) بے خبر تھے۔)

صاحب بحر المحیط نے احسن القصص کی تفصیل میں لکھا ہے:

وقيل: كانت هذه السورة أحسن القصص لانفرادها عن سائرها بما فيها من ذكر الأنبياء والصالحين والملائكة والشياطين والجن والإنس والإنعام والطير وسير الملوك والممالك والتجار والعلماء والرجال والنساء وكيدهن ومكرهن مع ما فيها من ذكر التوحيد والفقه والسير والسياسة وحسن العاقبة في العفة والجهاد والخلاص من المرهوب إلى المرغوب، وذكر الحبيب والمحبوب۔[۴۰] (احسن القصص سے مراد یہ ہے اس سورۃ مبارکہ کے اندر انبیاء، صالحین، ملائکۃ، شیاطین، جن و اِنس، چوپائے، پرندوں، بادشاہوں کی سیر وسیاحت، ممالک کے حالات، تجار، علماء، مردوں اور عورتوں کا مکر فریب، توحید، فقہ، سیرت، سیاست، حسن العاقبۃ، پاکدامنی، جہاد، اخلاص، ترغیب و ترہیب، محبوب اور محبّ کا ذکر آیا ہے۔)

اگر ہم سورہ یوسف سے انفرادی کردار کی تشکیل کے لیے رہنمائی لیں تو اس کے دو پہلو ہیں:

۱۔علم کا پہلو اور ۲۔عمل کا پہلو

۱۔علم کا پہلو:

سورہ یوسف میں انسانی کردار کی تشکیل کے لیے علم اور حکمت کو ایک بنیادی اور اولیں ضرورت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ علم وحکمت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کئی آیات میں اس کی مختلف جہات کو بیان کیا گیا۔[۴۱]

سورہ یوسف میں حضرت یوسف کے علم کے لیے تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ اس سے مراد معروف اور متداول معنی یعنی علم الرویاء کے علاوہ عواقب الامور، العلم والحکمۃ، تاویل احادیث الامم و الکتب اور تاویل غوامض کتب اللہ تعالی و سنن النبیاء و کلمات الحکماء بھی لیا گیا ہے۔[۴۲]

سورہ یوسف ہی میں قرآن حکیم میں تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ کے ضمن میں درج ذیل معانی ملتے ہیں:

۱۔علم الرویاء

وَقَالَ الۡمَلِكُ اِنِّىۡۤ اَرٰى سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ‌ؕ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡ رُءۡيَاىَ اِنۡ كُنۡتُمۡ لِلرُّءۡيَا تَعۡبُرُوۡنَ۔[۴۳] (اور (ایک روز) بادشاہ نے کہا: میں نے (خواب میں) سات موٹی تازی گائیں دیکھی ہیں، انھیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے (دیکھے) ہیں اور دوسرے (سات ہی) خشک، اے درباریو! مجھے میرے خواب کا جواب بیان کرو اگر تم خواب کی تعبیر جانتے ہو۔)

**۲۔ مالی معاملات کا علم**

قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔[۴۴] (یوسفؑ نے فرمایا: (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمینِ (مصر) کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر کر دو، بیشک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی امور کا) خوب جاننے والا ہوں۔)

**قانونی امور کا علم**

کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاہُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ۔[۴۵] (یوں ہم نے یوسفؑ کو تدبیر بتائی۔ وہ اپنے بھائی کو بادشاہ (مصر) کے قانون کی رو سے (اسیر بنا کر) نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ (جیسے) اللہ چاہے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحبِ علم سے اوپر (بھی) ایک علم والا ہوتا ہے۔)

**۴۔ ریاستی انتظام کا علم**

وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ○ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ۔[۴۶] (اور بادشاہ نے کہا: انھیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انھیں اپنے لیے (مشیرِ) خاص کر لوں، سو جب بادشاہ نے آپ سے (بالمشافہ) گفتگو کی (تو نہایت متاثر ہوا اور کہنے لگا: (اے یوسف!) بیشک آپ آج سے ہمارے ہاں مقتدر (اور) معتمد ہیں (یعنی آپ کو اقتدار میں شریک کر لیا گیا ہے) ○ یوسف نے فرمایا: (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمینِ (مصر) کے خزانوں پر (وزیر اور امین) مقرر کر دو، بیشک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا (اور اقتصادی امور کا) خوب جاننے والا ہوں۔)

**۵۔ نفس انسانی سے آگاہی**

وَ مَاۤ اُبَرِّیُٔ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔[۴۷] (اور میں اپنے نفس کی برأت (کا دعویٰ) نہیں کرتا، بیشک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرما دے۔ بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔)

**۶۔ علم الاخلاق**

ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ لَمۡ اَخُنۡہُ بِالۡغَیۡبِ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ۔[۴۸] ((یوسف نے کہا: میں نے) یہ اس لیے (کیا ہے) کہ وہ (عزیزِ مصر جو میرا محسن و مربی تھا) جان لے کہ میں نے اس کی غیابت میں (پشت پیچھے) اس کی کوئی خیانت نہیں کی اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر و فریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔)

الغرض سورہ یوسف میں علم کے مختلف پہلوؤں کا بیان درج ذیل تصورِ علم پیش کرتا ہے:

**۱۔اسباب و تدابیر کے بجائے اذن الٰہی و قدرت الٰہی کو موثر سمجھنا**

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَهُمۡ اَبُوۡهُمۡؕ مَا كَانَ يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىۡ نَفۡسِ يَعۡقُوۡبَ قَضٰهَاؕ وَاِنَّهٗ لَذُوۡ عِلۡمٍ لِّمَا عَلَّمۡنٰهُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔[۴۹] (اور جب وہ (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انھیں حکم دیا تھا، وہ (حکم) انھیں اللہ (کی تقدیر) سے کچھ نہیں بچا سکتا تھا مگر یہ یعقوب کے دل کی ایک خواہش تھی جسے اس نے پورا کیا، اور (اس خواہش و تدبیر کو لغو بھی نہ سمجھنا تمھیں کیا خبر) بیشک یعقوب صاحبِ علم تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انھیں علمِ (خاص) سے نوازا تھا مگر اکثر لوگ (ان حقیقتوں کو) نہیں جانتے۔)

**۲۔علم حقیقی، جاننے اور عمل کرنے کا نام ہے**

قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِيُوۡسُفَ وَاَخِيۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ۔[۵۰] (یوسف نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا (سلوک) کیا تھا کیا تم (اس وقت) نادان تھے۔)

**۳۔اللہ کے حکم کی ہر حال میں موثریت کا ادراک**

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍؕ اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔[۵۱] (تم (حقیقت میں) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہو مگر چند ناموں کی جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (اپنے پاس سے) رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے، اسی نے حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا راستہ (درست دین) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

**۴۔حزن و ملال کی شدت میں ثابت قدمی اور استقامت کا طرز عمل**

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔[۵۲]

انھوں نے فرمایا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ کے حضور کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

**۵۔حصول علم کے لیے بارگاہ الٰہی سے تعلق**

فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِيۡرُ اَلۡقٰٮهُ عَلٰى وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا‌ ۚ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّـكُمۡ ‌ۚ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔[۵۳] (پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیص یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی، یعقوب نے فرمایا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

**۲۔عمل کا پہلو:**

عمل کے پہلو کے حوالے سے حضرت یوسفؑ کی زندگی ایک جامع عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ یعنی:

آپ نے ابتدائی زندگی سے ہی مشکلات کا سامنا کیا۔مگر یہ مصائب و آلام اور مشکلات آپ کی راہ حائل ہونے کی بجائے 'ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا'[۵۴] کا مصداق بن گئیں۔ آپ ان مراحل سے کس طرح گزر کر انجام کار سرخرو ہوئے، قرآن حکیم انھیں ایک نتیجہ خیز طرزِ عمل کے طور پر بیان کرتا ہے:

۱- سماجی و معاشرتی سطح پر آپ عمر کے ابتدائی حصے میں بھائیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور عزیز مصر کے دربار میں پہنچے۔ یہ سفر انجام کار آپ کے لیے تمکن فی الارض اور علم تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ کے حصول کا ذریعہ بن گیا کیونکہ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔[۵۵]

۲- اخلاقی و نفسیاتی سطح پر آپ کو اس وقت آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا جب عزیز مصر کی اہلیہ کی طرف سے آپ کو وَ قَالَتْ ھَیْتَ لَکَ کی دعوت دی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کا دامن پاک رکھا کیونکہ: اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۔[۵۶]

۳- زنانِ مصر کی سازش کے نتیجے میں آپ کو قید خانہ جانا پڑا۔ مگر قید خانہ میں آپ کا قیام بھی انجام کار آپ کے علم تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ کے عملی اظہار اور عملی اطلاق کے امکانات تک پہنچنے کا باعث بنا اور آپ کو وہ تمکن فی الارض عطا ہوا جس کی وسعت کو قرآن حکیم نے الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُ مِنْھَا حَیْثُ یَشَآءُ کہہ کر بیان کیا کیونکہ: وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔[۵۷]

۴- آپ نے مملکت مصر کے خزائن الارض کا انتظام و انصرام اتنے احسن انداز سے کیا کہ مملکت مصر جس قحط کا شکار ہو سکتی تھی اس سے محفوظ رہی۔ آپ کی زندگی کا وہ لمحہ تاریخی ہے جب آپ کے وہ بھائی جو آپ کے خلاف سازشیں کرتے رہے تھے، آپ کو پہچان کر آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے لگے۔ یہاں حضرت یوسفؑ نے جو کچھ اپنے بھائیوں سے ارشاد فرمایا وہ آپؑ کے اس کردار کی جامع عکاسی ہے جو آپ کو زندگی کی کٹھن راہوں سے سلامتی کے ساتھ اس منزل پر لے آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔[۵۸]

۵- آپ کا یہ فرمان اس وقت تکمیلی شان کے ساتھ سامنے آتا ہے جب سال ہا سال سے آپ کے بچھڑے ہوئے والدین آپ سے ملنے آتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں: رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ۔[۵۹]

یعنی حضرت یوسفؑ کے کردار کے تین بنیادی اوصاف تقویٰ، صبر اور احسان انھیں تمکن فی الارض، علم تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ، ملک اور بچھڑے ہوئے والدین کے وصال تک لے آتے ہیں۔ قرآن حکیم اس احسن قصص کو بیان کرنے کے بعد اسے تفصیل کل شی، ھدایت اور رحمت[۶۰] قرار دیتا ہے جو اس امر کی

طرف اشارہ ہے کہ قرآن تفصیل کل شیء ہے مگر یہ تفصیل ان عملی محاسن واوصاف کی ہے جن سے بندۂ مومن کی ذات تکمیل پا کر علم و تمکن کی ان اعلیٰ منزلوں کی حامل بن جاتی ہے کہ:

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کشا ، کارساز[۶۱]

اور آج ہمیں قرآن حکیم کے ایسے ہی فہم کی ضرورت ہے جو ہمیں علمی، فقہی اور مذہبی آ گاہی کے ساتھ اس ہدایت اقوم[۶۲] سے بھی آشنا کرے جو 'جاں چوں دیگر شود جہاں دیگر شود'[۶۳] کا مصداق ہو۔

❁……❁……❁……❁

## حوالے


۱- علامہ اقبال، ''ضربِ کلیم''، کلیات اقبال (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۸۔

۲- علامہ اقبال، ''اسرار رموز''، کلیات اقبال (فارسی) ص ۱۶۸۔

۳- ایضاً، ص ص ۱۵۶، ۱۵۷۔

۴- ایضاً، ص ۱۵۸۔

۵- علامہ اقبال، ''زبورِ عجم''، کلیات اقبال (فارسی) ص ۱۲۱۔

۶- علامہ اقبال، ''جاوید نامہ''، کلیات اقبال (فارسی) ص ۸۱۔

۷- القرآن، لقمان، ۳۱:۲۸۔

۸- القرآن، المرسلات، ۷۷:۵۰۔

۹- القرآن، الشوریٰ، ۴۲:۵۲۔

۱۰- علامہ اقبال، ''زبورِ عجم''، کلیات اقبال (فارسی) ص ۵۸۔

۱۱- ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ۳۰۹۔

۱۲- سیوطی، الاتقان، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۲:۱۷۶۔

۱۳- شاہ ولی اللہ، سطعات، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ص ۱۲۰، ۱۲۱۔

۱۴- علامہ اقبال، ''جاوید نامہ''، کلیات اقبال (فارسی) ص ۸۱۔

۱۵- ایضاً، ص ۲۴۔

۱۶- عبداللہ شاہ ہاشمی، مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خان، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ص ۱۰۷، ۱۰۸۔

۱۷- محمد عبدالرحمٰن چھوہروی، مجموعہ صلوت الرسول، انجمن رحمانیہ، سولہ شہر، چاٹگام، بنگلہ دیش، ۱۹۸۲ء، ج ۱۹، ص ۳۱۔

۱۸- القرآن، بنی اسرائیل، ۱۷:۹۔

۱۹- علامہ اقبال، ''بال جبریل''، کلیات اقبال (اردو) ص ۵۳۔

۲۰- امام سیوطی، اتقان، ۲:۲۶۴۔

۲۱- ایضاً،۲:۲۸۱۔

۲۲- ایضاً،۲:۱۲۶-۱۲۸۔

۲۳- القرآن، النساء،۴:۸۳۔

۲۴- القرآن، الجمعۃ،۶۲:۵۔

۲۵- القرآن، کہف،۱۸:۳۲۔

۲۶- القرآن، فاطر،۳۵:۴۳۔

۲۷- القرآن، الاسراء،۱۷:۸۴۔

۲۸- القرآن، المدثر،۷۴:۳۸۔

۲۹- القرآن، الفرقان،۲۵:۳۳۔

۳۰- علامہ اقبال، ''بالِ جبریل''، کلیاتِ اقبال (اردو) ص۳۳۔

۳۱- ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان،۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۳۲- القرآن، الکہف،۱۸:۲۲۔

۳۳- طبری، ابوجعفر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان،۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ ج۱۲،ص۱۰۲-۱۰۳۔

۳۴- القرآن، ابراہیم،۱۴:۲۷۔

۳۵- القرآن، الاسراء،۱۷:۹۔

۳۶- القرآن، الفرقان،۲۵:۳۳۔

۳۷- القرآن، یونس،۱۰:۶۴۔

۳۸- علامہ اقبال، ''اسرار و رموز''، کلیاتِ اقبال (فارسی) ص۶۔

۳۹- القرآن، یوسف،۱۲:۳۔

۴۰- ابو حیان، اندلسی، البحر المحیط، قاہرہ، مصر،۱۳۲۹ھ،ص۴۸۰۔

۴۱- القرآن، یوسف،۱۲:۳،۱۲:۵،۱۲:۶،۱۲:۱۳،۱۲:۱۵،۱۲:۱۸،۱۲:۲۶،۱۲:۳۷،۱۲:۴۱،۱۲:۴۷،۱۲:۴۸،۱۲:۴۹،۱۲:۶۶، ۱۲:۶۷،۱۲:۶۸،۱۲:۷۶،۱۲:۸۳، ۱۲:۸۶،۱۲:۸۷،۱۲:۹۳،۱۲:۹۴،۱۲:۹۶،۱۲:۱۰۰،۱۲:۱۰۲،۱۲:۱۱۱۔

۴۲- شوکانی، فتح القدیر، دارالفکر، بیروت، لبنان،۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔۳:۵۔ ابن حیان، البحر المحیط،۶:۴۸۳۔ ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان،۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء،۴:۱۸۱۔ نصر بن محمد السمرقندی، البحر العلوم، موسسۃ العلمی، بیروت، لبنان،۲:۱۷۹۔ ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی، تفسیر بیضاوی، موسسۃ العلمی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء،۳:۲۷۴۔ عبدالرحمٰن الثعالبی، الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، موسسۃ العلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان،۲:۲۲۵۔

۴۳- القرآن، یوسف،۱۲:۴۳۔

۴۴- القرآن، یوسف ۱۲:۵۵۔

۴۵- القرآن، یوسف ۱۲:۷٦۔

۴٦- القرآن، یوسف ۱۲:۵۴-۵۵۔

۴۷- القرآن، یوسف ۱۲:۵۳۔

۴۸- القرآن، یوسف ۱۲:۵۲۔

۴۹- القرآن، یوسف ۱۲:٦۸۔

۵۰- القرآن، یوسف ۱۲:۸۹۔

۵۱- القرآن، یوسف ۱۲:۴۰۔

۵۲- القرآن، یوسف ۱۲:۸٦۔

۵۳- القرآن، یوسف ۱۲:۹٦۔

۵۴- علامہ اقبال، ''بال جبریل''، کلیات اقبال (اردو)، ص ۵۹۔

۵۵- القرآن، یوسف ۱۲:۲۲۔

۵٦- القرآن، یوسف ۱۲:۲۴۔

۵۷- القرآن، یوسف ۱۲:۵٦۔

۵۸- القرآن، یوسف ۱۲:۲۰۔

۵۹- القرآن، یوسف ۱۲:۱۰۱۔

٦۰- القرآن، یوسف ۱۲:۱۱۱۔

٦۱- علامہ اقبال، ''بال جبریل''، کلیات اقبال (اردو)، ص ۱۰۰۔

٦۲- القرآن، الاسراء ۱۷:۹۔

٦۳- علامہ اقبال، ''جاوید نامہ''، کلیات اقبال (فارسی)، ص ۸۱۔